

حافظ محمد عرفان الحق اٹھارھائی

مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ جٹک

مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کادورہ ایران امام مسلم کے ویس خراسان (ایران) میں چند روز (قسط نمبر ۷)

ترتبت جام میں: دو گھنٹے کے سفر کے بعد پونے تین بجے ہم ترتبت جام پہنچے۔ ترتبت جام مشہد اور ہرات کے مین ہائی وے پر بالکل درمیان میں واقع قدیم چھوٹا شہر ہے۔ یہ شہر صاف ستھرا اور کشادہ سڑکوں کا حامل تھا۔ یہاں زیادہ تر علاقے کی معیشت زرعی ہے۔ قرون وسطیٰ میں اس شہر کا نام یوزبان تھا۔ لیکن بعد میں عظیم بزرگ شیخ احمد جان کے نام پر قصبہ کا نام جام پڑ گیا۔ چنانچہ اب یہ مقام ترتبت جام ہی کے نام سے موسوم ہے اس کی ۹۵ فیصد آبادنیوں پر مشتمل ہے۔ یہاں ہمیں شیخ احمد جامی کے مزار پر زیارت کیلئے جانا تھا۔ شہر کے اندر شرق کی طرف پانچ دس منٹ کی مسافت پر ہم اپنے منزل مقصود پر پہنچ گئے یہاں ہمارے استقبال کیلئے اس درگاہ کا متولی مولانا قاضی شرف الدین اپنے دیگر رفقاء کے ہمراہ پہلے سے فطرت سے موصوف نے ہمارے پہلے سفر تہران میں حضرت مولانا سمیع الحق کو ترتبت جام آنے کی دعوت نہایت محبت اور اشتیاق کیساتھ دی تھی۔ بیرونی دروازے سے مزار کے دروازے تک سرخ قالین ہمارے اعزاز و اکرام کیلئے بچھائے گئے تھے۔ مولانا قاضی شرف الدین تیسویں پشت میں شیخ احمد جامی کے اولاد میں اس درگاہ کا متولی ہے۔ انہوں نے ہمارا بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ وہ ہمیں سیدھے مزار پر زیارت کیلئے لے گئے۔ مزار کا بیرونی دروازہ قدیم طرز تعمیر کے آئینہ دار تھے۔ شیخ احمد جامی کے مزار کے اوپر کسی قسم کا گنبد وغیرہ نہ تھا بلکہ کٹے آسمان کے نیچے دس بارہ فٹ لمبا دوڑ حائی فٹ چوڑا اور ڈھائی تین فٹ اونچا کچا قبر جس کے چوطرف تختی نما پتھر لگائے گئے اور بیچ میں سبز رنگ کی ٹکڑیاں قبر کے اوپر رکھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ یہاں ہمیں جو سکون، طمانیت اور روحانی خوشی محسوس ہوئی ان احساسات کی ترجمانی قلم بیان کرنے سے عاجز ہے۔ یہاں اجتماعی فاتحہ خوانی کے بعد قبلہ رو مزار کے سامنے قدیم طرز تعمیر کے ایک ہال کے اندر ہمیں لے جایا گیا۔

قدیم نوادرات: جہاں اس درگاہ کے قدیم نوادرات رکھے گئے تھے۔ ہم سب نے ان نوادرات کو دیکھا ان میں پانچ سو سالہ قدیم عرصہ کا ہاتھ سے لکھا ہوا مصحف شریف، اور انگریز مالگیر کا لکھا ہوا قرآن شریف کانسخ، سلطان

سجڑے کی طرف سے وضوء کے لئے دیا گیا لوٹا اور چلم چلی، اور ایک جگہ نصیر الدین ہمایوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی رباعی نظر آئی۔ رباعی اور اس سے متعلقہ تحریروں تھیں۔

نصیر الدین محمد ہمایوں پادشاہ برآں نقش بستہ است وی در سفر خود بہ تربت جام در ہنگام زیارت مزار شیخ الاسلام احمد جامی اس رباعی رنگاشت

ای رحمت تو عذر پذیر ہمہ کس
ظاہر بہ جناب تو ضمیر بہ ہمہ کس
در گاہ و در تو قبلہ گاہ ہمہ خلق
لطف است بہ کرشمہ و بگیہ ہمہ کس

مسجد کرمانی: اس ہال کے ساتھ قبر کے قبلہ رُؤ شمالاً ہم نے ایک مسجد بوسیدہ حالت میں بھی دیکھی جسے مسجد کرمانی کہتے ہیں۔ یہ ۲۲۷ھ کی بنی ہوئی مسجد ہے۔ اس مسجد کے دیواروں کے حاشیہ پر عمدہ قدیم رسم الخط سے لکھین شریف لکھی گئی تھی۔ اسی مسجد میں قبلہ کی طرف قدیم چلہ گاہ بھی ہے۔ جہاں اس درگاہ کے متولین چلے نکالتے تھے۔ یہاں ہم نے دو دور کھت نوافل بھی ادا کئے اور رب ذوالجلال کے حضور دعائیں مانگی۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ تَلْکَ تَمَازِنَا قَدْ لَعَلَّ عَلَیْنَا۔ فَانْظُرُوا اَبَعَدْنَا اِلَی الْاَثَارِ

درگاہ کے متولین کے قبور: اس کے بعد قاضی صاحب ہمیں اپنے والد اور اجداد کے قبور کی طرف لے گئے جہاں ہم نے فاتحہ پڑھی۔ قاضی صاحب کے والد قاضی محمد نعیم جامی ۱۲۲۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ قبر کے ساتھ ایک کتبہ پر موجودہ متولی سے شیخ احمد جامی تک پورا سلسلہ نصب تحریر نظر سے گزرا۔

مسجد شاہ رخ تیموری: قبلہ رُؤ آگے ایک دوسری مسجد، مسجد کرمانی کے علاوہ ہمیں دکھائی گئی اس مسجد کی وسعت اور قدامت نے ہمارے ذہنوں کو پرانے بادشاہوں کی دینداری اور علماء پروری یاد دلوائی۔ یہ مسجد شاہ رخ تیموری نے بنوائی تھی۔ فی الحال یہی قدیم مغل طرز تعمیر کی گنبد نما مسجد نماز باجماعت کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ یہاں سے فراغت کے بعد قاضی صاحب ہمیں اپنے دفتر جو درگاہ کے بالمقابل گولائی میں واقع ایک بڑے حال پر مشتمل تھا لے گئے۔ یہاں انہوں نے ہماری توضیح مشروبات اور ایران کے تازہ اور خشک پھلوں اور میوہ جات سے کی۔ اس کے بعد چائے سے لطف اندوز ہوئے اس دوران میں نے قاضی صاحب سے شیخ احمد جامی کے تھوڑے بہت حالات معلوم کئے جو کہ یہ ہیں:

شیخ احمد جامی: آپ کا پورا نام شہاب الدین ابونصر احمد ابن ابی الحسن بن محمد ابن جریر ابن عبداللہ بن لیث بن جریر بن عبداللہ الحنفی الجامی الخراسانی ہے۔ آپ ۵۰۵ھ میں خراسان کے علاقہ ترشیز میں واثق مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد یمن سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مشہور صحابی حضرت جریر ابن عبداللہ الحنفی سے جا ملتا ہے۔ صوفاء میں آپ کا مقام کسی سے مخفی نہیں۔ شیخ خود اپنی ایک کتاب سراج السائ

میں اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب میں بائیس برس کا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لطف و کرم سے توبہ کی توفیق سے نوازا۔ جب اللہ نے آپ کو ہدایت سے نوازا تو اس کے بعد پورے بارہ برس تک پہاڑوں میں ریاضت اور مجاہدے کرتے رہے۔ مختلف شہروں کی سیر کی۔ زہد و تصوف میں کمال حاصل کیا۔ پھر آپ کو جام کے علاقے میں جانے کا حکم ہوا۔ یہاں آکر آپ نے شہر کے باہر ایک خانقاہ بنائی جہاں آپ نے لوگوں کو دعوت و تبلیغ دینی شروع کی۔ لوگ دور دور سے آکر فیضیاب ہوتے تھے۔ لاکھوں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی۔ آپ علم و فضل کی دنیا میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں کتاب الرسالة، السمر قدیہ، انس التائبین، سراج السائرين، مفتاح الحاجات، روضۃ المذنبین، بہار الحقیقہ، کنوز الحکمۃ وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

شیخ نے ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۶ھ میں اپنی خانقاہ میں انتقال کیا۔ آپ کی قبر پر عالی شان حزار مسجد اور خانقاہ تعمیر کی گئی۔ اسی حزار کے ارد گرد دن بدن آبادی ہوتی گئی اور اب یہ مقام بہت بڑا شہر بن چکا ہے۔

تانیہا شہر میں: چار بجے ہم تیبیا شہر پہنچے وہ تسمیہ تیبیا تو معلوم نہیں لیکن اسے طیب آباد بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ داخل ہوتے ہی دور دراز کے کناروں پر بلند بالا سرو کے درخت اس شہر کی قدرتی حُسن اور زیبائش کی طرف انسان کو متوجہ کرتی ہے۔ ہرات کی جانب سے افغان سرحد عبور کرنے کے بعد تقریباً 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ایران کے شمال مشرق میں یہ پہلا شہر آتا ہے۔ شہر کے بعض چوراہوں اور سڑک کے کناروں پر بڑے بڑے بینرز آویزاں نظر سے گزر رہے۔ جن پر جملۃ الاحناف کی جلسۂ دستار بندی میں شرکت کرنے والے مہمانوں کی خیر مقدمی کیلئے ترغیبی کلمات تحریر تھے۔ میزبان نے ہمیں بتایا کہ مقامی اہل سنت آپ کے استقبال کے لئے شہر کے سڑکوں پر ٹھکانا چاہتے تھے لیکن انتظامی مصلحت کی بنیاد پر حکومتی عہدیداروں نے اس کی اجازت نہ دی۔ شہر میں دس پندرہ منٹ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہماری جیب مختلف موڈز کا ٹپتی ہوئی ایک بڑے مکان کے سامنے رک گئی یہاں ہمیں دو پہر کا کھانا تناول کرنے کے علاوہ تھوڑی دیر آرام کرنا تھا۔ یہ حاجی شیر احمد جہانی کا مکان تھا جسے ہماری سکونت کے لئے فارغ کیا گیا تھا۔ صاحب خانہ کے علاوہ اس کے دیگر برادران اور اعزاء واقارب نے یہاں ہماری خوب خاطر مدارت اور تواضع فرمائی جزاءہم اللہ خیر۔

صاحب خانہ کے ہاں لوگ خود بھی ہمارے انتظار میں بیٹھ چکے تھے۔ سو پہنچتے ہی دسترخوان لگا دی گئی۔ اور ہم اس امر سے سبکدوش ہوئے۔

ملاقاتیں: علمائے کرام اور مقامی لوگوں کو جب ہمارے پہنچ جانے کا علم ہوا تو وہ جوق درجوق اس مکان پر ہمارے ملنے کیلئے پہنچنے لگے۔ ان کی اخلاص و محبت دیکھ کر الحب للہ والی حدیث یاد آئی۔ ان کی کوئی دنیاوی غرض ہم سے وابستہ نہ تھی ان کی محبت ابتغاً لوجه اللہ تھی۔ ملاقات کیلئے آنے والے تمام ساتھیوں کے نام تو یاد رکھنا مشکل تھا تاہم ان میں شیخ محمد صالح بن عبد الملک، مولانا عبدالرشید عساکر علیہ السلام کے سب سے معروف خطیب

اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل ہیں، اور مولانا سید محمد فاضلی تھانی اور تباباد کے معروف تاجر سید احمد شاہ اور اس کے دیگر برادران بھی شامل تھے۔

قاضی زین الدین ابوبکر تبابادیؒ کے مزار پر: ملاقاتوں سے فراغت پر ہمیں تابیاد کے مشہور بزرگ شخصیت قاضی زین الدین ابوبکر تبابادیؒ کے مزار پر لے جایا گیا۔ موصوف آٹھویں صدی ہجری کا مشہور عارف اور زاہد تھا۔ جو ملکوک کرت کے زمانے میں گزرا ہے۔ زہد و تقویٰ، خیر و صلاح اتباع سنت اور دنیا سے بے رغبتی کیساتھ متصف تھے۔ امیر تیمور جیسی شخصیت کا آپ سے ارادت کا تعلق تھا۔ 791ھ میں وفات پائی۔ ان کا مزار شہر کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ مزار کا بیرونی بڑا محرابی دروازہ قدیم طرز تعمیر کا آئینہ دار تھا۔ قبر شریعت کے مطابق کچی اور سادہ تھی۔ جس پر کسی قسم کا گنبد وغیرہ نہ تھا۔ مزار کے قبلہ رُویک مسجد بھی قدیم زمانے کی تعمیر شدہ آباد ہے۔ قاضی صاحب کے مزار کے احاطے میں دیگر بے شمار عارفین امت اور علمائے عظام ابدی نیندا اسودۂ خاک ہیں۔

جامعۃ الاحناف کے بانی مولانا سید محمد سعید فاضلیؒ: یہیں احاطہ مزار کے مشرقی دیوار کے قریب حضرت مولانا سید محمد سعید فاضلیؒ جو مولانا ابراہیم فاضلی صاحب کے بڑے بھائی تھے کا قبر بھی ہے۔ موصوف جامعۃ الاحناف کے مہتمم اور خراسان میں دینی امور میں انتہائی منہمک اور معروف شخصیت کے حامل تھے۔ ہمارے گزشتہ سفر ایران کے دوران جب وہ حیات تھے۔ تو وہ پروگرام کے مطابق تیباد میں ہمارے آنے کے منتظر تھے۔ لیکن افسوس وقت کی کمی کے باعث ہمیں جانے کا پروگرام عین وقت پر منسوخ کرنا پڑا اور انہیں فون پر اطلاع دی گئی کہ آئندہ کے وعدہ پر ہم واپسی کر رہے ہیں۔ لیکن کسے پتہ تھا کہ جب ہم دوبارہ آئیں گے تو اخلاص و محبت کا یہ کوہ کراں زیر زمین ابدی نیند سو یا ہوگا۔ اللہم اغفرہ ورحمہ۔ ان کی مختصر داستان حیات کچھ یوں ہے:

آپ حضرت مولانا عبدالعلی کے گھر پیدا ہوئے۔ جو علاقے کے مشہور عارف اور مدرس عالم تھے۔ افغانستان اور ایران کے دور دراز علاقوں سے شائقین علم اس کے ہاں علمی خوشہ چینی کیلئے حاضر ہوتے۔ مولانا سعید نے ابتدائی اور وسطانی علوم اپنے والد سے گھر پر ہی حاصل کئے۔ بعد میں پاکستان، ہندوستان اور عربستان کے معروف اساطین علم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ الحدیث مولانا رسول خان ہزارویؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور حرم نبوی ﷺ کے معروف محدث شیخ ابوبکر جابر الجزائری وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے ساتھ ہی نہ صرف مسند تدریس پر متمکن ہوئے بلکہ ایک زمانہ تک ہرات کے جامع مسجد کے خطیب اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ روسی جہاد کے دوران مجاہدین کی بھرپور تائید اور نصرت کرتے رہے۔ جہاد کے سلسلے میں عالم اسلام کی عظیم شخصیات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، شیخ ابوبکر الجزائری، دکتور یوسف قرضاوی اور دکتور مہتہ الزحلی سے رابطہ میں رہے۔ آپ نے ایک عرصے تک مشہد، تربت جام اور تباباد کے جامع

مساجد میں تفسیر وحدیث اور عقائد اسلام کی ترویج کیلئے حلقے بھی قائم کئے۔ عوام کی پُر زور اپیل اور تائید سے آپ کو تباہ کا امام جمعہ (ایران میں کسی بھی علاقے میں اہل سنت کا اعلیٰ منصب) مقرر کیا گیا۔ 18 برس قبل تباہ میں جملہ الاحناف کی بنیاد ڈالی جس کی دستار بندی کیلئے آج ہم حاضر ہوئے ہیں۔ آج اس مدرسے میں نہ صرف ایران بلکہ ملحقہ نو آزاد ایشیائی ریاستوں کے طلباء بھی اپنی علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہیں۔ ایرانی اہل سنت کی جانب سے بین الاقوامی کانفرنسوں میں آپ ہی کی نمائندگی موزوں سمجھی جاتی تھی۔ آپ کے قلم سے درجن بر سے زیادہ کتابیں منصفہ شہود پر آئیں۔ 14 محرم 1426ھ کو ٹریفک کے ایک الناک حادثے میں آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہتے ہیں کہ ان کا نماز جنازہ تباہ کا تاریخ ساز جنازہ تھا۔ جس میں ہزاروں اہل سنت نے ملک اور بیرون ملک سے شرکت کی۔ اور بقول علماء کرام کے یہی کسی بھی انسان کی قبولیت کا مظہر ہوتا ہے۔ نمدیدہ آنکھوں سے یہاں ہم سب نے اجتماعی فاتحہ خوانی کی۔

زنانہ اجتماع: زیارت قاضی زین الدین ابو بکر تباہ دہلی کے بعد میزبان نے بتایا کہ مردانہ اجتماع کے ساتھ ان کے بھائی کے وسیع و عریض باغ میں جو تباہ کے ایک علاقے میں واقع ہے زنانہ اجتماع کا اہتمام بھی کیا گیا ہے لہذا اب آپ حضرات کو وہاں پہنچنا ہے۔ اس مقصد کیلئے ہم سب ساتھی گاڑیوں میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ زنانہ اجتماع تک پہنچنے کیلئے ہمیں جملہ الاحناف کے راستے سے ہو کر گزرنا تھا۔ جہاں ہمیں دور دور تک گاڑیوں اور انسانوں کے جم غفیر سے واسطہ پڑا۔ جس کے سبب ہماری گاڑیاں رکتی رکتی چل رہی تھیں۔ لوگ جلسے میں شرکت کیلئے ایران کے دور دراز علاقوں سے قافلوں کی شکل میں پہنچ رہے تھے۔ میزبان نے جملہ الاحناف کے قریب پہنچ کر مجھے اختیار دیتے ہوئے کہا کہ اگر آپ یہیں جلسہ کے گہما گہمی سے محظوظ ہونا چاہتے ہیں یا آگے زنانہ اجتماع میں شرکت کرنا چاہیں آپ کی مرضی۔ احقر نے سوچا کہ وہاں تو شیخین خطاب بند کمرے سے فرمائیں گے بہتر یہی ہوگا کہ میں یہاں کے حالات سے واقفیت پائے۔

مردانہ اجتماع میں پہلا دن: شیخین سے اجازت لے کر میں نے گاڑی رکھوائی اور اپنے معاون سفر ساتھی مولوی صاحب حسین کو بھی ساتھ لے کر جملہ الاحناف کی طرف بڑھا۔ جملہ الاحناف کے ارد گرد انسانوں کا متحرک سمندر اسکی مقبولیت اور شہرت کا بین ثبوت دے رہا تھا۔ ہمیں جملہ الاحناف کے جامع مسجد کے قبلہ رُود دروازے سے اجتماع پہنچایا گیا۔ جملہ الاحناف کی مسجد نہایت وسیع و عریض تھی۔ جس میں ہزاروں ہزار سامعین بیٹھے ہوئے تھے۔ جامع مسجد کا بیرونی صحن اور اسکے متصل طلباء کے دارالافتاء اور اس سے پیوست گلیاں انسانوں سے بھری ہوئی تھیں۔ شاید یہ موجودہ انقلاب ایران کے بعد خراسان میں علماء اہلسنت کا سب سے بڑا اجتماع ہے۔ مسجد میں محراب کے مقابل چھ وسیع و عریض صفوف علمائے کرام اور دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کیلئے مختص کئے گئے تھے۔ ان صفوں سے پیچھے اجتماع کا

سچ تین چار فٹ اونچا اور آٹھ دس فٹ لمبا چوڑا مقررین کیلئے بنایا گیا تھا۔ مسجد اور مدرسے کی دیواروں کے حاشیہ پر بڑے بڑے رنگا رنگ بینرجن پر اتحاد و اتفاق، دینی علوم کی تحصیل اور فضائل سے متعلقہ آیات کریمات اور احادیث نبوی ﷺ شریف کے علاوہ مہمانوں اور فارغ التحصیل طلباء کیلئے ترجیحی اور تہنیتی کلمات تحریر تھے، آویزاں نظر آرہے تھے۔ احقر جب اجتماع میں پہنچا تو یہاں ایک سرخ و سفید خوبصورت بلند قامت نحیف البدن نوجوان خطاب کر رہا تھا۔

موصوف کہہ رہا تھا کہ

نے افغانیہم نے ترک و تاجریہم کہ ما پروردہ یک نو بہاریم

اقبال لاہوری نے فرمایا:

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا مسلم ہے ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

میں رازئیؒ و جانیؒ اور انصاریؒ کے وطن شہید افغانستان سے تعلق رکھتا ہوں۔ افغانستان مٹی مٹی ہو چکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دین و ایمان سے مضبوطی کیساتھ جڑ جائیں۔ افسوس کہ ہم دین سے قریب ہونے کے بجائے روز بروز دور ہو رہے ہیں۔ ہماری کامیابی اور ترقی دین کو ہٹانے میں مضمر ہے۔

مسجد کی گریہ و زاری: ہرات میں ایک بزرگ ایک مسجد میں سو رہے تھے رات اس نے مسجد میں گریہ و زاری کی آواز سنی تو بیدار ہوا ادھر ادھر نظر دوڑائے پر کوئی نظر نہ آیا۔ وہ اسے اپنا خیال سمجھ کر دوبارہ سو گیا۔ لیکن پھر وہی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تین دفعہ وہ بیدار ہوا لیکن مسجد میں کوئی بھی نہ پایا۔ اسی رات بعد میں اس نے خواب دیکھا کہ مسجد اس کے سامنے گویا ہوئی کہ یہ میں ہی تھی جو رو رہی تھی اور تم اسے بار بار ڈھونڈ کر سو جاتے۔ میرے اس منبر و محراب اور مسجد کے ہر گوشے سے پوچھو میں شہید اور دیوان ہوں مجھے آباد اور تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس خواب کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسجد اور مدرسہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جسے آج امت پس پشت ڈال رہی ہے۔ مغرب کی تقلید و تہذیب نے ہم سے یہ راستے بھلا دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت تباہی کے دہانے آن کھڑی ہے۔ آؤ مسجد اور مدرسوں کو آباد کریں۔ (اسی پر اس نے تقریر ختم کر دی)

اس کے بعد سٹیج سیکرٹری رونما ہوئے۔ موصوف دارالعلوم تعلیم القرآن والسنۃ شورک کے ناظم تھے۔ اس نے کہا کہ یہ تھے مسجد خواجہ عبداللہ انصاری ہرات کے خطیب مولانا مجیب الرحمن جن کے ارشادات سے آپ مستفید ہوئے۔ اسکے بعد آنے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پون گھنٹہ نماز مغرب کیلئے وقفے کا اعلان کیا۔ نماز مغرب ہم نے یہیں ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد علمائے کرام سے ہماری ملاقاتیں ہوئیں۔ جلسے کیلئے آنے والے علماء میں ایک بڑی تعداد دارالعلوم حقانیہ میں پچھلے نصف صدی سے پڑھے ہوئے فضلاء کی تھی۔ ملاقات کرنے والوں میں ہمارے ہم درس مولانا رحم الدین جو آج کل دارالعلوم تعلیم القرآن شورک میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور گزشتہ برس

فارغ ہونے والے مولانا عبد الجبار آف خراسان بھی شامل تھے۔ سب نے بڑی اخلاص، محبت اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اسی دوران میں کچھ دیر کیلئے مولوی عبد الجبار کو ساتھ لیکر مدرسہ سے ملحق بازار کے سیر کیلئے گیا۔ عشاء کے قریب ایک ساتھی نے آکر مجھے اطلاع دی کہ شیخین زنانہ اجتماع کے خطاب سے فارغ ہو کر اپنی اقامت گاہ پہنچ چکے ہیں اگر آپ واپس جانا چاہیں تو گاڑیاں میسر ہیں۔ مولوی عبد الجبار کو ساتھ لے کر میں واپس اپنی اقامت گاہ کی طرف لوٹا۔ مولوی عبد الجبار نے راہ میں دوران سفر گاڑی میں بتایا کہ مہمانوں کو شہر کے اطراف سے لانے لیجانے کیلئے ڈھائی سو گاڑیاں جن کو ایرانی ہاشمین کہتے ہیں متعین ہیں۔ اس نے بتایا کہ شہر اور اسکے اطراف میں سینکڑوں اعلیٰ مکانات علمائے کرام کی سکونت کیلئے مقامی لوگوں نے خالی کر دئے ہیں۔ مسکن پہنچ کر جلے سے متعلقہ ساری روداد شیخین کو سنائی۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس جلے کا علم تو ہمیں نہیں جہاں سے آپ آرہے ہیں تاہم ہمارا جلسہ (زنانہ اجتماع) فاضلی صاحب کیلئے کارگر ثابت ہوا۔ اسلئے کہ بقول ان کے (فاضلی صاحب) زنانہ اجتماع میں مدرسے کیلئے ایک من سونا جمع ہوا۔ (واضح رہے کہ وہاں ایک من سات کلو کا ہوتا ہے) انہوں نے مزید ہمیں بتایا کہ اس اجتماع میں پندرہ ہزار مستورات نے شرکت کی۔ ان باتوں سے ایرانی اہل سنت عورتوں کی دینی غیرت و محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نماز عشاء ہم نے مولانا سمیع الحق کی امامت میں پڑھی۔ اس کے بعد مولانا حسن جان تاجستانی اور دیگر مقامی لوگوں کے ساتھ مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ سوانو بجے صاحب خانہ نے ہمیں مطلع فرمایا کہ رات کے کھانے کا انتظام علمائے کرام اور بیرونی مہمانوں کیلئے مولانا فاضلی کے بھائی کے باغ کے احاطے میں جہاں آج دن کو زنانہ اجتماع ہوا تھا کیا گیا ہے۔ سواب وہیں چلیں گے۔ مولانا سمیع الحق نے معذرت چاہتے ہوئے نہ جانے کا فیصلہ فرمایا اور ہمیں بتایا کہ آپ اور شیخ صاحب جانا چاہیں تو ضرور جاییں میں آرام کر لوں گا۔ ہم شیخ صاحب کے ہمراہ طعام گاہ بذریعہ گاڑی پہنچے ایک وسیع میدان میں کھانے کا انتظام تھا جہاں بیک وقت ڈھائی سو افراد کھا سکتے تھے۔ مہمانوں کی تواضع پر مامور طلباء نے بتایا کہ شام کے بعد سے یہاں کھانے کا سلسلہ شروع ہوا اور تاحال جاری ہے۔ اس سے جلے کیلئے آنے والے بیرونی مہمانوں اور علمائے کرام کی تعداد کے کثرت کا اندازہ ہوا کہ وہ ہزاروں میں ہیں۔ یہاں کھانے کے میز پر اور اس سے قبل اور بعد میں علماء کی ایک بڑی تعداد سے لاقائیں مختلف امور پر ہوئیں۔ جن میں مولانا عبد الجلیل، مولانا محمد معصوم، مولانا خیر می صاحب تربت جام، مولانا احمد حیدری مہتمم مدرسہ صدیقیہ وغیرہ شامل تھے۔

سوا گیارہ بجے ہم یہاں سے فارغ ہو کر واپس اپنے مکان پہنچے۔ مولانا شیر علی شاہ اور صاحب حسین کی سکونت تھانی منزل کے ایک کمرے میں ہوئی۔ اور مولانا سمیع الحق و نازیز کی سکونت مکان کے فوقانی منزل میں رہی۔ صبح نماز فجر باجماعت پڑھنے کے بعد آٹھ بجے تک آرام کا مزید موقع ملا۔ آٹھ بجے ناشتہ لگ چکا تھا۔ فراغت پر مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ جلے میں شرکت سے قبل واپسی کے لئے اپنا سامان باندھ لو تاکہ جلے کے فوراً بعد ہم روانہ ہو سکیں۔ اس

لئے بعد میں ہمارے ساتھ اتنا وقت نہ ہوگا۔ رخت سربانہ منے سے فراغت پر ساڑھے نو بجے جلسے میں شرکت کے لئے ہمارا قافلہ چل نکلا۔

جلسہ دستار بندی کا دوسرا دن: 10 بجے کے قریب ہم جلسہ گاہ پہنچے۔ سٹیج سیکرٹری اور جلسے میں شرکت کرنے والے عوام نے گرم جوش نعروں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ ہمیں محراب اور منبر کے احاطے میں بٹھایا گیا۔ اس جلسہ میں اہل تشیع کے سرکردہ علماء اور حکومتی اداروں کے سربراہوں کی بڑی تعداد کے علاوہ افغانستان، ہرات، تاجکستان اور عرب امارات کے مختلف علاقوں سے بڑی تعداد میں لوگ شریک تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحق کی تقریر 15:11 پر شروع ہوئی۔ مولانا صاحب کی تقریر اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ملی جلی تھی۔ اردو سے فارسی ترجمانی کے لئے مولانا غلام نبی متوکل آپ کے ساتھ سٹیج پر ہمراہ تھے۔ موصوف و قافو قفا ترجمہ کرتے رہے۔ مولانا صاحب کا خطاب جو تھوڑا بہت قلمبند کیا جاسکا پیش ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا خطاب: حمد وثنا و تسمیہ کے بعد: یریدون لیطفونور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ صدق اللہ العظیم۔

قابل صدا احترام علمائے کرام، مشائخ عظام معزز حاضرین اور نوجوان مجاہدین اسلام، السلام علیکم۔ فاضلی برادران کے جہود دوسنی کا مظہر: آج مجھے اس شہر میں جو کہ وحدت تسنن اور تشیع کا آئینہ دار ہے آکر بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ آج کا یہ سارا منظر ہمارے مرحوم دوست مولانا محمد سعید فاضلیؒ اور ان کے دیگر برادران کے جہود دوسنی کا زمرہ نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں۔ اور مرحوم کیلئے صدقہ جاریہ ٹھرائے۔ آمین

علمی قبلہ اور مدرسہ: یہ علاقہ جسے مختلف ناموں کیساتھ یاد کیا جاتا ہے ماوراء النہر، خراسان، ایران غرض جو بھی کہیں درحقیقت امت مسلمہ اور عالم اسلام کا علمی قبلہ ہے۔ جس طرح کہ ہم مسلمانوں کا حقیقی قبلہ خانہ کعبہ مکہ معظمہ میں ہے اسی طرح ہمارے علم و عرفان، قانون، فقہ، حدیث اور معقولات ان تمام علوم کا یہ علاقہ سرچشمہ ہے اسی سے ہمارا روحانی تعلق، ثقافت اور تہذیب و تمدن وابستہ ہے۔ آج ہم اپنے علم و فکر کے علمی قبلہ میں آئے ہیں۔

آج کے اجتماع اور جلسے کا تعلق بنیادی طور پر تعلیمی ادارے مدرسے کیساتھ ہے۔ مدرسہ کیا ہے ہماری تہذیب و تمدن، اسلامی اقدار و روایات اور دین کی حفاظت کا مرکز ہے۔ اسی سے آگے چل کر دین کے مختلف جش، عہ پھونٹے ہیں۔

مدارس کفر کا ہدف: اگر غور کیا جائے تو آج پورے عالم کفر کا نشانہ اور ہدف یہی ادارے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ انہیں ان اداروں سے کیا تکلیف ہے وہ ان دینی تعلیمی مدارس سے لرزاں و ترساں ہیں عالم اسلام کا یہی شعبہ مدرسہ ان کے زو میں ہے اور وہ اسے تہس نہس کرنے کے ور ہے ہیں۔ فہمنا لہ خیر۔ حافظا و هو ارحم

الراحمین۔

علماء و طلباء دینیہ کا مقام: علم اور علماء و طلباء کے فضائل نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوال سے بیان فرمائے کہ العلماء ورثہ الانبیاء، فرمایا طالب علم جب گھر سے نکلتا ہے تو اس کے اعزاز میں فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ دریاؤں اور سمندروں میں مچھلیاں ان کیلئے دعا گو رہتی ہیں۔ ہوا اور فضاء میں طیور اور زمین اور اس کے بلوں کے اندر حشرات الارض ان پر صلوة بھیجتی ہیں۔

یہ ارشادات اپنی جگہ مسلم ہیں۔ تاہم ان کی اہمیت و مقام کا احساس آج اس حیثیت سے ہو رہا ہے کہ پوری ملت کفر، بکشتن اور شیعہ ان کے خلاف صف بستہ ہو چکے ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ تمہاری نگاہوں میں خطرناک کون ہیں؟ تم لوگ کس سے ڈرتے ہو؟ اسلامی ملکوں کے افواج نے، یاڈاکٹروں، انجینئروں اور ایٹم بم بنانے والے سائنسدانوں سے، وہ بیک آواز نہیں گئے نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمارے لئے خطرے کا الارم اور گھنٹی قرآن وحدیث اور علوم دینیہ پڑھنے پڑھانے والے ہیں۔ گویا وہ ان بنیاد پرستوں سے جو دین سے وابستہ ہوں ڈرتے ہیں۔ دنیاوی اور عصری علوم میں مگن سٹوڈنٹس اور عالم اسلام کی قیادت کو وہ اپنے ہم کاسہ وہم خیال سمجھتے ہیں۔

کفر کا صف بستہ اتحاد اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ: ایرانی حکومت اس اعتبار سے دوراندیش ہے کہ اس نے یہ حقیقت سمجھ لی کہ عالم کفر کا مقابلہ اکیلے نہیں باہمی وابستگی اور وحدت سے کیا جاسکتا ہے۔ آقائے دو جہان ﷺ نے فرمایا کہ الکفر ملة واحدة، اس ارشاد کا کامل ظہور ۱۴۰ برسوں میں ایسا نہیں ہوا جیسا کہ آج ہے۔ تمام کفری ملل بشمول ہندو، بدھ، شریک، یہودی، عیسائی اس بات پر ایک ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کا قلع قمع کیا جائے۔ اس سے قبل کبھی بھی تمام کفار مسلمانوں کے خلاف ایسے حلیف وہم رکاب نہ ہوئے تھے کچھ نہ کچھ کفری اقوام اور ممالک مسلمانوں کے ساتھ ہوتے۔ اپنے مفادات کے خاطر سہی لیکن ماضی قریب میں امریکہ اور روس کی اجارہ داری کے دوران کوئی ایک ضرور اس مسلمانوں کیساتھ دیتا۔ لیکن آج مشرق و مغرب سب ایک ہی نقطے پر متفق ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کا بیخ و بن سے قلع قمع کیا جائے۔ قرآن و سنت نبی کریم ﷺ ملت مسلمہ اور عالم اسلام کو مختلف حیلوں بہانوں سے بدنام کیا جا رہا ہے۔ ہمارے خلاف پروپیگنڈے کا ایک طوفان مچایا گیا ہے کہ مسلمان ارہابیتین (دہشگرد) ہیں۔

دن کورات اور روشنی کو تاریکی کہا جا رہا ہے۔ اسلام میں دہشگردی کی کبھی اجازت نہیں دی گئی۔

اسلام ارہابیت (دہشگردی) کے خاتمے کا نام: ہمارے طلباء، علماء اور قیادت پر متسکن افراد پر لازم ہے کہ وہ دنیا والوں پر یہ بات واضح کر دیں کہ اسلام ارہابیت (دہشگردی) کے خاتمے کیلئے آیا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

ان الدین عند الله الاسلام، هو حکم المسلمین، اذ خلوا بسلام امنین، اسلام

کا مادہ سلامتی ہے۔ اور ایمان کا مادہ امن ہے۔ جاری ہوئے، شیعہ، سنی، اہل حق و باطل میں امن و سلامتی ہے۔

بانی اسلام نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے کون واقف نہیں۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، المؤمن من امنہ الناس، اسلام نے اپنے پیرو کو حکم دیا کہ کہیں جائے تو السلام علیکم کہہ کر سلم وامن کا اعلان کرو۔ اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے غرض ہر وقت اسلام امن و سلامتی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے بیچ وقت نمازوں کا اختتام السلام علیکم ورحمة اللہ اور اللہم انت السلام ومنتک السلام والیک یرجع السلام وادخلنا دارک دار السلام پر ہوتا ہے۔ اسلام مسلسل سلامتی کے اعلان کا نام ہے صرف اس دنیا میں نہیں بلکہ روز آخرت رب ذوالجلال کی طرف سے بھی یہی اعلان سنا جائے گا۔ سلام قولاً من رب الرحیم۔ تحیتہم یوم یلقونہ سلام اور جنت میں بھی یہی چرچا ہوگا۔ ویلقون فیہا تحیۃ وسلاما اور داخلہ کے وقت کہا جائے گا ادخلوها بسلام آمینین۔ جنتیوں کے بارہ میں کہا گیا کہ لا یسمعون فیہا لغواً والانا ثیمنا الا قلیلاً سلاماً سلاماً۔

ہمارے پیشوا و مقتدا حضور نبی کریم ﷺ نے وقت کے بڑے دہشت گردوں قیصر و کسریٰ کے نام بھی پیغام بھیجا کہ اسلام تسلم، سلامتی قبول کرو اور سلامتی اختیار کر کے دنیا کو بھی یہی چیز دو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ پیغام ہم اپنے قول و فعل و عمل سے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچائے۔

حقیقی دہشت گردی: ارحابیت تو درحقیقت وہ ہے جو عراق میں جاری ہے۔ جو افغانستان اور کشمیر میں امن کے نام سے رورکھی جارہی ہے اور جس کا ارادہ ایران کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ میں ایرانی حکومت کو اس جرأت و حمیت پر سلام پیش کرتا ہوں کہ وہ ڈٹا ہوا ہے۔ وحدت کفر کا مقابلہ وحدت امت سے کیا جا سکتا ہے۔ ایران اور پاکستان و عالم اسلام ایک جیسے چیلنجر اور مشکلات کا شکار ہے۔ مگر عالم اسلام کو جرأت و حمیت کے ساتھ مقابلہ ایران جیسا کرنا چاہئے۔ پوری امت ایران کے مسئلہ کو اپنا مسئلہ سمجھے گی۔ مگر ایران کو آنے والے امتحان کے پیش نظر مزید وسعت ظرف پیدا کرنا ہوگا۔

وحدت امت اولین و آخرین السلمی: امت جد و واحد ہے مسلمانوں کو آج مل بیٹھ کر ایک ہونے کی ضرورت ہے۔ مسلمان دنیا کے جس کونے میں ہو انہیں بنیان مرصوص ہونا چاہئے۔ وحدت ہی ہمارا اولین و آخرین السلمی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں متفق و متحد کر دیں۔ جس طرح روس ہمارے وحدت کے سامنے نہ ٹھہر سکا اس طرح ان شاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکے گی۔ لیکن تھوڑی سی ہمت اور قدم بڑھانے کی ضرورت ہے۔

ذرا ہم ہوتویہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مولانا سمیع الحق کے خطاب کے بعد ایران کے بڑے حکومتی عہدیدار جناب علی اکبر رمضان نے تقریر کی۔ اس کے بعد ہرات کے جامع مسجد عبداللہ انصاری کے متولی اور معر عالم دین مولانا میر افضل مدظلہ نے اپنے ارشادات سے لوگوں کو روشناس فرمایا۔ اس کے بعد 12:15 پر ایران کے معروف اور نامور خلیفہ شیخ صالح پُر دل نے جوش خطابت کا مظاہرہ کیا۔ اس کے خطاب کے دوران لوگوں نے کافی گرمجوش کا مظاہرہ کیا۔ (جاری ہے)